بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مفسرین قرآن

میر مراد علی خان

قرآن کریم کی خدمت جہاں اُس کے الفاظ کی حفاظت، صحت تلفظ، مخارج کی رعایت اور ادائیگی کے اعتبار سے کی گئی وہیں اس کے معانی اور تشریح میں بھی کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا گیا۔ ہر دور کے اور ہر مکتب علم و فکر کے علماء کرام نے قرآن مجید کی تفسیر کے لئے اپنی زندگیاں وقف کردیں۔ فنی لحاظ سے تفسیر قرآن کی جتنی جہتیں ہوسکتی ہیں اُن سب میں طبع آزمائی کی گئی۔ چنانچہ بعض تفاسیر کلامی نوعیت کی ہیں تو بعض فلسفیانہ ہیں کچھ مفسرین نے احکام پر زور دیا اور کچھ نے بلاغت اور اُس کے اعجاز پر طبع آزمائی کی۔ پھر جدید دور میں سائنس کے عروج کے ساتھ ایسی تفاسیر بھی منظر عام پر آئیں جن میں قرآن میں سائنس کے بیان کئے گئے حقائق کو زیادہ نمایاں کیا گیا۔ اسی طرح ضخامت کے لحاظ سے بھی علماء نے بھرپور جدوجہد کی۔ مثلاً علامہ ابن جریر طبری کی تفسیر جامع البیان ۲۰ جلدوں میں، تفسیرالمیزان علامہ السید الطبا طبائیؒ ۲۰ جلدوں میں، تفسیر القرطبی ۲۰، تفسیر نمونہ آیت اللہ مکارم شیرازی ۲۷ جلدوں میں، تفسیر التبیان علامہ شیخ طوسیؒ ۱۰ جلدوں میں تفسیر مجمع البیان علامہ شیخ طوسیؒ ۱۰ جلدوں میں، تفسیر انوار النجف فی اسرار المصحف علامہ حسین بخشؒ ۱۵ جلدوں وغیرہ وغیرہ ہیں۔ تفسیر جامع البیان اور تفسیر القرطبی ۲۰ مکتب اہل سنت سے ہیں۔

آیات قرآن مجید کے ساتھ ساتھ توضیحی تشریحات خود قرآن نے يفسر بعضه بعضا اس کی بعض آیتیں بعض کی تفسیر کرتی ہیں اور پھر آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اُس پاک زبان سے جاری ہوئیں جس کی تصدیق خود قرآن کررہا ہے کہ و ما ينطق عن الهوٰى ان هو الا وحى يوحى۔ النجم ۳، ۴۔ اور وہ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے مگر یہ کہ وہ صرف وحی بھیجی جاتی ہے۔

وسعت علم جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی وضاحت جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ کی اس مشہور حدیث **انامدینة العلم وعلی بابها** سے ہوتی ہے تو تصدیق قرآن کی اس آیت کریمہ سے ہو رہی ہے:

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُواْ لَسْتَ مُرْسَلاً قُلْ كَفَىٰ بِا للَّهِ شَهِيداً بَيْنِى وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِندَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ۔ سورة الرعد: آیۃ ۴۳ اور کافر کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہیں تو کہہ دیجئے کہ ہمارے اور تمھارے درمیان رسالت کی گواہی کے لئے اللہ کافی ہے اور وہ شخص کافی ہے جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے۔ مفسرین نے اس آیت کے سلسلہ میں لکھا ہے:

أخبرني أبو محمد عبد الله بن محمد الفاسيحدثنا القاضي الحسين بن محمد بن عثمان النصيبي أخبرنا أبو بكر محمد بن الحسين السميعي بحلب حدثني الحسين بن إبراهيم بن الحسين الجصاص أخبرنا الحسين بن الحكم حدثنا سعيد بن عثمان عن أبي مريم وحدثني بن عبد الله ابن عطاء قال كنت جالسا مع أبي جعفر في المسجد فرأيت ابن عبد الله بن سلام جالسا في ناحية فقلت لأبي جعفر زعموا أن الذي عنده علم الكتاب عبد لله بن سلام ـ فقال إنما ذلک علي بن أبي طالب وفيه عن السبيعي حدثنا عبد الله بن محمد بن منصور بن الجنيد الرازي عن محمد بن الحسين بن الكتاب أحمد بن مفضل حدثنا مندل بن علي عن إسماعيل بن سلمان عن أبي عمر زاذان عن ابن الحنفية ومن عنده علم الكتاب قال هو علي بن أبي طالب۔:الثعلبي اپنی تفسیر میں اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں عبداللہ بن عطا کہتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ مسجد میں بیٹھا ہوا تھا تو میں نے دیکھا کہ

عبداللہ ابن سلام ایک گوشے میں بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے کہا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے وہ عبداللہ بن سلام ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد، علی ابن ابی طالب ہیں تفسیر ثعلبی (عربی) ج ۵ ص ۳۰۳۔ اور دیگر مفسرین نے بھی اس بات کی تصدیق کی کہ یہ آیت علیؑ ابن ابی طالب کے بابت ہے۔

وأخرج سعيد بن منصور وابن جرير وابن المنذر وابن أبى حاتم والنحاس فى ناسخه، عن سعيد بن جبير - رضى الله عنه - أنه سئل عن قوله ومن عنده علم الكتاب أهو عبد الله بن سلام - رضى الله عنه ؟ قال :وكيف، وهذه السورة مكية؟

جب سعید بن جبیرؓ سے کسی نے کہا کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام کے لئے نازل ہوئی ہے۔ تو انہوں نے اس بات کی رد کی اور کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ سورہ مکی ہے اور عبداللہ بن سلام مدینہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

وأخرج ابن المنذر عن الشعبیؒ قال :ما نزل فی عبد الله بن سلامؓ شیء من القرآن.۔تفسير الدر المنثور، الثعلبی، تفسير فتح القدير۔ وغيره۔ ابن المنذر نے الشعبی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں عبداللہ ابن سلام کی شان میں کوئی بھی آیت نازل نہیں ہوئی۔

سب سے پہلی کتاب جو تنزیلی معانی پر مشتمل علم تفسیر میں تصنیف ہوئی وہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب کا جمع کردہ قرآن تھا۔ جس کے بارے میں خود امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: ولقد جئتهم بالكتاب كملا مشملا علىٰ التزيل والتاويل۔احتجاج الطبرسی ج ۱ ص ۳۸۳ میں نے پیش کیا (صحابہ کے سامنے) مکمل قرآن جس میں تنزیل اور تاویل بھی موجود تھی۔ جس کے جواب میں یہ کہا گیا لا حاجة لنا فيه ہم کو اس کی حاجت نہیں ہے: أن علي بن أبي طالب كان جمعه لما قبض رسول الله وأتى به يحمله على جمل، فقال :هذا القرآن قد جمعته، وكان قد جزأه سبعة ۔یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فوت ہوگئے تو حضرت علی نے قرآن جمع کیا اور اُس کو اونٹ پر لاد کر لے آئے اور فرمایا یہ قرآن ہے جمع کیا میں نے جس کے سات جز تھے۔تاریخ یعقوبی (اردو) ج دوم ص ۲۱۴۔ اسی صفحہ پر ہے کہ فرمایا حضرت علیؑ نے کہ قرآن چار حصوں میں تقسیم ہے جس کا ایک حصہ ہم اہل بیت کے بارے میں ہے، ایک حصہ ہمارے دشمنوں کے بارے میں ہے، ایک حصہ امثال میں ہے، اور ایک حصہ محکمات اور متشابہات پر ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں صفحہ ۱۶۸ (اردو) طبع نفیس اکیڈمی کراچی۔ حالات امیر المومنین میں تحریر فرماتے ہیں کہ: آپ (حضرت علیؑ) کے قرآن کی تفسیر بڑی ضخیم ہے جسے میں نے اپنی تفسیر مسند میں باسناد متعلقہ بیان کیا ہے۔ ابن سعد نے حضرت علیؑ کی زبانی لکھا ہے کہ بخدا جتنی آیات قرآنی نازل ہوئی ہیں میں اُن سب کا علم رکھتا ہوں میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے میں، کہاں اور کس طرح نازل ہوئی۔ اللہ کا لاکھ شکر ہے کہ اُس نے مجھے قلب سلیم و عقل، وشعور اور زبان گویا عطاء فرمائی۔ انتہیٰ۔ سیوطی آگے اسی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ محمد ابن سرین کا قول ہے کہ اگر حضرت علیؑ کا مرتبہ قرآن لوگوں کو دستیاب ہو جاتا تو وہ معلومات کا عظیم خزانہ ہوتا۔

علامه جلال الدين سيوطی الاتقان فی علوم القرآن (اردو) طبع ادارہ اسلامیات لاہور کی جلد دوم ص ۴۵۹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ: صحابہ کے گروہ میں جو مشہور مفسرین گذرے ہیں اُن میں حضرت علیؑ، عبداللہ ابن مسعودؓ، عبداللہ ابن عباسؓ، ابی کعب، زید بن ثابت (زید بن ثابت کے بارے میں اتنا لکھنا ہی کافی ہے کہ عبداللہ ابن مسعود بزرگ صحابی رسول نے ان کے بارے میں یہ فرمایا: **يقول لقد أخذت من في رسول الله ﷺ سبعين سورة كان زيد بن ثابت لصبي من الصبيان**۔ یعنی جبکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو قرآن کی ۷۰ سوروں کی تعلیم دے چکے تھے اس وقت زید بن ثابت طفل تھے اور اطفال میں رہتے تھے۔ فتح الباری ج ۹ ص ۱۶، ابن عساکر ج ۳۳ ص ۱۳۹ بحوالہ مسند احمد ۳۸۹/۱؛ سیر اعلام النبلاء ذہبی ج ۱ ص ۴۸۷۔ انہوں نے خلافت چہارم کے وقت حضرت علیؑ کی بیعت نہیں کی تھی)، اور عبداللہ

ابن زبیر۔عبد اللہ ابن زبیر۔جو متفق علیہ ایک ہجری میں پیدا ہوئے تھے اور تیسری خلافت کے وقت جب قرآن جمع کیا گیا تھا ان کا سن صرف ۳۰ سال یا اس سے بھی کم تھا۔یہ بیعت علیؑ تو دور کی بات ہے یہ اُن لوگوں میں سے ہیں جو جنگ جمل کی بنیاد ہیں)۔اس کے بعد علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ سب سے زیادہ روایتیں تفسیر قرآن کے متعلق حضرت علیؑ ابن ابی طالب سے وارد ہوئی ہیں اور باقی تین خلفاء سے بہت کم روایتیں وارد ہوئی۔فرماتے ہیں کہ:مجھ کو تفسیر قرآن کے بارے میں حضرت ابی بکر کے بہت کم آثار (اقوال) نظر آتے ہیں جو تعداد میں دس سے بھی آگے نہ بڑھتے ہوں گے۔اور حضرت علیؑ سے بکثرت آثار تفسیر کے بارے میں ہیں۔معمر نے وہب بن عبداللہ سے اور وہب نے ابی طفیل سے روایت کی ہے کہ اُس نے کہا میں نے حضرت علی کو خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا وہ فرمارہے تھے کہ تم لوگ مجھ سے سوال کرو کیونکہ واللہ تم جس بات کو دریافت کروگے میں تم کو اُس کی خبر دونگا۔ اور مجھ سے کتاب اللہ کی نسبت پوچھو اس لئے واللہ کوئی آیت ایسی نہیں جس کی بابت مجھ کو علم نہ ہو کہ یہ آیت رات میں اُتری ہے یا دن میں اور ہموار میدان میں یا پہاڑ پر نازل ہوئی ہو۔اور ابونعیم نے کتاب الحلیہ میں ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:بےشک قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے پس اُن میں سے کوئی حرف ایسا نہیں جس کا ایک ظاہر اور ایک باطن نہ ہو اور بلاشبہ حضرت علیؑ کے پاس اُس کے ظاہر اور باطن دونوں ہیں۔اور اسی راوی نے ابی بکر بن عیاش کے طریق پر نصیر بن سلیمان الاخمسی سے بواسطہ اُس کے باپ سلیمان کے اور سلیمان نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا :واللہ کوئی آیت ایسی نہیں نازل ہوئی جس کی نسبت میں یہ نہ معلوم کرلیا ہو کہ وہ کس بارے میں نازل ہوئی ہے۔تحقیق میرے پروردگار نے مجھے ایک نہایت دانا دل،اور بہت سوال کرنے والی زبان عطا فرمائی۔اور ابن مسعودؓ سے بھی حضرت علی کی روایتیں بھی ملتی ہیں۔

اور عبداللہ ابن عباس، حضرت علی کے بارے میں یہ کہتے ہیں **فاذا علمی بالقراٰن فی علم علی کالقرارۃ المثعنجر:**

عبداللہ ابن عباس نے کہا: مجھ کو جو قرآن کا علم ہے وہ حضرت علیؑ کے علم کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے ایک چھوٹے پانی کا گڑھا سمندر کے مقابل میں (کہاں سمندر اور کہاں ایک گڑھا)۔النہایۃ فی غریب الحدیث جلد اول ص ۲۰۷ اور ج ۴ ص ۳۸ ۔تاج العروس ج ۳ ص ۷۵؛ ینابیع المودۃ ج ۱ ص ۲۱۶۔ص ۳۹؛المغنی ج ۷ ص ۲۳۳ عبداللہ ابن قدامہ؛الشرح الکبیر ج ۷ ص ۱۹۲ عبدالرحمٰن بن قدامہ؛الفائق فی غریب الحدیث جاراللہ زمخشری ۶۳ ص ۸۶۔ابن عباسؓ فرماتے ہیں:ما أخذت من تفسیر القرآن فعن علی ابی طالب یعنی حاصل کیا میں نے تفسیر قرآن علی ابی طالب سے۔علامہ ذہبی کتاب التفسیر والمفسرون ترجمہ علی ابی طالب ص۸۔النقاش فی تفسیرہ قال ابن عباس علیؑ علّم علما علمه رسول اللہ ﷺ وآلہٖ و رسل اللہ علمّه اللہ فعلم النبی من علم اللہ وعلم علیؑ من علم النبی ﷺ وآلہٖ و علمی من علم علیؑ و ما علمی و علم اصحاب محمد فی علم علیؑ الا کقطرة فی سبعة ابحر۔ مناقب ابن شهر آشوب ج ۲ ص ۳۸۔ابن عباسؓ نے کہا کہ علیؑ نے علم حاصل کیا اور رسول اللہ ﷺ وآلہٖ نے انھیں علم عطا کیا اور رسول اللہ ﷺ وآلہٖ کو اللہ نے علم سکھایا۔لہذا نبی ﷺ وآلہٖ کا علم، اللہ کے علم سے ہے اور علیؑ کا علم، علم نبی اکرم ﷺ وآلہٖ سے اور میرا علم، علم علی ابن طالب علیہ السلام سے اور میرا اور تمام اصحاب محمد ﷺ وآلہٖ کا علم علیؑ کے علم کے سامنے ایسا ہی ہے جیسے ایک قطرہ سات سمندروں کے مقابل میں ہو۔سعد السعود ابن طاؤس ۲۸۶؛ الصراط المستقیم علی بن یونس العاملی ج ۱ ص ۲۲۶؛بحار الانوار ج ۴۰ ص ۱۴۷،ج ۸۹ ص ۱۰۵؛الغدیر الامینی ج ۱ ص ۴۵،ج ۳ ص ۹۹ مستدرک سفینۃ البحار ص ۴۵۶۔علامہ سیوطی اسی کتاب الاتقان کی اس جلد کے صفحہ ۴۵۷ **لو شئت لا وقرت سبعین بعیرا من تفسیر فاتحة الکتاب** پر حضرت علیؑ کا یہ اعلان تحریر کرتے ہیں۔اگر میں چاہوں تو ستر اونٹوں کا بار پر صرف سورۂ حمد کی تفسیر سے بھر دوں۔اسی روایت کو شیعہ اور سُنی علمانے ہی نہیں بلکہ فرقہ خوارج ابیاضہ کے عالم شیخ جمیل سعدی اباضی اپنی کتاب ''قاموس الشریقہ'' ج ۳ ب ۱۱ ص ۷۲ میں

تسلیم کیاہے۔اس روایت کی نقل کرتے ہوئے شیخ جمیل لکھتے ہیں کہ آپ کو(حضرت علیؑ) کواتنی معرفت قرآن تھی کہ لکھ سکتے ہی نہیں بلکہ اُس کا لکھنا ممکن تھا مگر زمانہ اوروقت میں اتنی گنجائش نہیں رکھا۔اور یہ کہ علیؑ ابن ابی طالب نے یہ اس وقت ہی فرمایاجب کہ آپ کی نظر میں سورہ حمد کے اُتنے مطالب موجود تھے۔یہ اس بات ثبوت ہے کہ سورہ حمد کے اتنے مطالب موجود ہیں جس کا بار ستر اونٹوں پر بار کیاجاسکتا ہے۔

وقال أبو القاسم الزجاجی فی أمالیه حدثنا أبو جعفر محمد بن رستم الطبری حدثناأبو حاتم السجستانی حدثنی یعقوب بن إسحاق الحضرمی حدثناسعید ابن مسلم الباهلی حدثنا أبی عن جدی عن أبی الأسود الدؤلی أو قال عن جدی أبی الأسود عن ابیه قال دخلت علی أمیر المؤمنین علی بن أبی طالب رضی الله عنه فرأیته مطرقا مفکرا فقلت فیم تفکر یا أمیر المؤمنین قال إنی سمعت ببلدکم هذا لحنا فأردت أن أصنع کتابا فی أصول العربیة فقلت إن فعلت هذا أحییتنا وبقیت فینا هذه اللغة ثم أتیته بعد ثلاث فألقی إلی صحیفة فیها بسم الله الرحمن الرحیم الکلمة اسم وفعل وحرف فالاسم ما أنبأ عن المسمی والفعل ما أنبأ عن حرکة المسمی والحرف ما أنبأ عن معنی لیس باسم ولا فعل ثم قال تتبعه وزد فیه ما وقع لک وأعلم یا ابا الأسود أن الأشیاء ثلاثة ظاهر ومضمر وشیء لیس بظاهر ولا مضمر وإنما یتفاضل العلماء فی معرفة ما لیس بظاهر ولا مضمر قال أبو الأسود فجمعت منه أشیاء وعرضتها علیه فکان من ذلک حروف النصب فذکرت منها إن وأن ولیت ولعل وکان ولم أذکر لکن فقال لی لم ترکتها فقلت لم أحسبها منها فقال بل هی منها فزدها فیها ۔ تاریخ الخلفاء سیوطی

ابوالقاسم زجاجی نے اپنی امالی میں ابوالاسود دوئلی کے والد کی زبانی لکھاہے کہ: میں ایک دن حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ سر نگوں فکر مند بیٹھے تھے۔میں عرض کیااے امیر المومنین! آپ فکر مند کیوں ہیں؟ فرمایاہم نے سُناہے کہ تمہارے شہر میں الفاظ کے معنی بدلے جارہے ہیں۔اس لئے ارادہ ہے کہ تمہارے فائدے کی خاطر عربی اصول(گرامر) کی ایک کتاب مرتب کردوں۔میں نے عرض کیا آپ یہ کام انجام دے کر اصل الفاظ کے معنی کے قیام کی بقا کے ساتھ ہمیں حیات ابدی عنایت فرمائیں گے۔اس وقعہ کے تیسرے دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے ایک مسودہ مجھے عنایت فرمایا۔میں نے دیکھا اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد لکھا تھا۔ کلام کی تین قسمیں ہیں (۱)اسم،(۲)فعل،(۳)حرف۔اسم وہ ہے جو مسمی کو بتائے،فعل وہ ہے جو اس کی حرکت ظاہر کرے،اور حرف وہ ہے جو اسم وفعل نہ ہو بلکہ ظہورِ معنی میں مدد دے۔پھر فرمایا: تم اپنے معلومات کے ذریعہ اس میں مزید اضافہ کرسکتے ہو۔اے ابوالاسود! ہر چیز کی تین حالتیں ہوتی ہیں ظاہری،پوشیدہ، اور درمیانی جو نہ ظاہر ہو اور نہ پوشیدہ،اور تیسری قسم کی معرفت پر بڑے بڑے فاضل علماء نے معرکتہ آلاراء مضامین سپرد قلم فرمائے ہیں۔ابوالاسود یہ نشست برخواست کرکے گھر آیا اور حروف کی اقسام میں سے حروف ناصبہ ،اِنّ ،اَنَّ،لَیْتَ، لَعَلَّ، ، کَاَنَّ ۔ لکھ کر خدمت اقدس میں پیش ہوا تو آپؑ نے فرمایا حروف ناصبہ میں لکِنَّ کیوں نہیں لکھا۔میں نے عرض کیا حروف ناصبہ میں لکِنَّ کو میں نے شمار نہیں کیا۔ارشاد ہوا لکِنَّ بھی حروف ناصبہ میں سے ہے اس کا بھی اضافہ کردو۔علامہ حافظ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء ص ۱۸۴(اردو) طبع نفیس اکیڈمی ۱۹۸۳ء؛وفیات الاعیان حصہ دوم ص ۴۲۱ حرف الظاء حالات ابوالاسود الدولی؛ تاریخ مدینہ ودمشق ابن عساکر ج ۲۵ ص ۱۸۸؛ کنزالعمال حرف ''ع''ج ۱۰ ص ۲۸۳ سلسلہ ۲۹۴۵۶ باب علم النحو۔

وفیات الاعیان حصہ دوم ص ۴۲۲ میں مذکور ہے: کہ ابوالاسود کے بیٹے ابوحرب بیان کرتے ہیں کے سب سے پہلے میرے باپ نے باب التعجب وضع کیا اور ابوالاسود سے پوچھا گیا کہ آپ کو علم نحو کہاں سے حاصل ہوا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اس کے حدود مجھے حضرت علی

ابن ابی طالب نے سمجھائی ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ ابوالاسود مذکور نے حضرت علیؑ سے کچھ حاصل کیا تھا۔ وہ اس کا علم کسی کو نہیں بتلاتے تھے۔ حتیٰ کہ ابوالاسودؒ نے سُنا ایک قاری کو **اِنَّ اللّٰہ بَرِیٌٔ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَ رَسُوْلِہٖ سورہ توبہ آیت ۳** کو رَسُوْلُہٗ کے ساتھ پڑھتے ہوئے جس سے معنی بدل گئے۔ یہ سُن کر ابوالاسود نے ایک شخص کی مدد لی اور اس سے کہا جب میں منہ حرف کے ساتھ منہ کھولو تو اُس پر نقطہ لگانا اور منہ ملاؤں تو اُس کے سامنے نقطہ لگانا اور اگر میں منہ نیچے کروں تو نیچے نقطہ لگانا تو اُس نے ایسا ہی کیا اور نحو کو اس لئے نحو کہتے ہیں کہ ابوالاسود نے بیان کیا کہ میں حضرت علی ابن ابی طالب سے اجازت طلب کہ اَنْ اَضَعَ نَحْوَ مَا وَضِعَ اس لئے اس کا نام نحو رکھا گیا۔

و روی ان زیدا لما قرأ التابوة قال علی ؑ اکتبه التابوت فکتبه کذلک۔ زید بن ثابت جو عالم قرآن مانے جاتے ہیں اُنہوں نے التابوۃ لکھا جس کو دیکھ کر حضرت علیؑ نے فرمایا التابوت لکھو چنانچہ زید نے ویسا ہی لکھا۔

عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں **ما رأیت أحد أقرا من علی ابن ابی طالب القران** ۔ میں علی ابن ابی طالب سے زیادہ قرآن کا قاری کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت علیؑ کے شاگردوں میں عبداللہ ابن عباسؓ کا شمار ہوتا ہے جنھوں نے بظاہر مصلحۃً حضرت علیؑ سے علیحدگی کرلی تھی (جیسے کی حضرت عباس عم رسولؐ مکہ میں فتح مکہ سے قبل اپنا کام تقیہ میں کر رہے تھے اور جب فتح خیبر کی اطلاع ملی تو اپنی خوشی کا اظہار لوگوں کو دعوت دے کر کیا تھا) مگر فکر و علم میں ربط مکتب حضرت علیؑ سے ہی رہا چنانچہ ہم احکام میں ابن عباسؓ نے دیگر مکاتیب سے اختلاف کیا جیسے متعہ، وضو میں پیروں پر مسح، تین طلاق ایک نشست میں۔

فقہائے بصرہ جیسے حسن بصری اور ابن سیرین یہ دونوں لیتے تھے اُس چیز کو جو کلام علیؑ ابن ابی طالب سے ہے۔ رہے اہل مکہ انہوں نے ابن عباسؓ سے لیا اور ابن عباسؓ کا بڑا حصہ علم کا حضرت علی ابن ابی طالب سے، رہے اہل مدینہ تو ان کا علم کا ماخذ بھی حضرت علیؑ تھے۔

امیر المومنینؑ کے تلامذہ میں میثم بن یحییٰ التمارؒ بھی تھے اُن کے متعلق یہ روایت ملتی ہے کہ انھوں نے عبداللہ ابن عباس سے کہا۔
مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہو تفسیر قرآن کے متعلق دریافت کرلو اس لئے کہ میں قرآن پورا امیر المومنینؑ سے حاصل کیا ہے اور حضرتؑ ہی نے مجھ کو اس کی تاویل کی تعلیم دی ہے۔ بحار الانوار ج ۲۷ ص ۱۲۸؛ اختیار معرفۃ الرجال شیخ طوسیؒ ج ا ص ۲۹۴۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ حضرت میثمؒ نے علوم قرآن کا استفادہ امیر المومنینؑ سے ابن عباسؓ سے زیادہ کیا جس کو عبداللہ ابن عباس بھی تسلیم کرتے تھے۔ حضرت میثمؒ کو صرف حب علیؑ کے جرم بنا پر ۶۰ھ بحکم ابن زیاد سولی دی گئی ۔

اس کے بعد دوسرا طبقہ ابن عباسؓ کے شاگردوں کا ہے ان میں اہم ترین سعید بن جبیرؒ ہشام اسدی تھے جن کے متعلق سیوطی نے اتقان میں قتادہ کا قول نقل کیا کہ وہ اعلم التابعین فی التفسیر تھے۔ مقدمہ فتح الباری ابن حجر عسقلانی ص ۴۲۸۔ تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۳۶۔
انہیں بھی تشیع کے جرم میں ۹۴ھ میں حجاج بن یوسف ثقفی کے حکم سے قتل کردیا گیا تھا۔

ابو صالح میزان البصری۔ یہ بھی ابن عباسؓ کے مخصوص شاگردوں میں تھے اور علم تفسیر کے عالم تھے۔ چنانچہ علامہ سید حسن صدر طاب ثرہ نے کتاب ''الشیعہ و فنون الاسلام'' میں ان کا تذکرہ کیا ہے کہ یہ تابعین میں تھے اور شیعہ تھے جس کی تصدیق شیخ مفیدؒ کی کتاب ''الکافتہ فی البطال'' سے ہوتی ہے۔ ابو صالح کی وفات دوسری صدی کے اوائل میں ہوئی۔

طاؤس بن کسیان ابو عبداللہ یمانی۔ علم تفسیر میں یہ بھی ابن عباس کے شاگردوں میں سے تھے۔ اتقان میں سیوطی نے شیخ احمد بن تیمیہ کا قول نقل

کیا کہ یہ اعلم الناس بالتفسیر تھے۔
مذکورہ طبقہ کے لوگ جنھیں ابن عباس کا شاگرد بتلایا گیا ہے یہ سب امام علیؑ ابن حسینؑ زین العابدین کے اصحاب میں محسوب ہیں۔
تیسرا طبقہ امام محمدؑ باقر علیہ السلام کے اصحاب کا ہے۔اس زمانے میں اہل بیت کے فیوض علمیہ عوام الناس کو آسانی سے مل رہے تھے اور تقیہ کا پردہ ہلکا تھا۔ خود امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک کتاب تفسیر میں تحریر فرمائی تھی جس کا ذکر ابن ندیم نے فہرست میں کیا ہے۔علم تفسیر کے مصنفات کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے کہ:امام محمد باقر بن علی بن حسین علیہ السلام کی کتاب جسے اُن سے ابو الجارود زیاد بن منذر رئیس جارودیہ نے نقل کیا ہے۔یہ کتاب اور اس کے بعد کئی مفسرین کے علمی خزانے زمانے نے انہیں دفن کر دیا۔صرف چند مفسرین کے خدمات ذیل میں پیش خدمت ہے۔اگر کوئی تفسیر چھوٹ گئی ہو تو وہ میری کم علمی کا ثبوت ہو گا:

شمار	اسم کتاب	مجلد	اسم مولف	وفات
۱	تفسیر أبی حمزة الثمالی	۱	ابو حمزة الثمالی	۱۴۸ھ
۲	تفسیر الامام حسن عسکری	۱	منسوب امام حسنِ عسکری	۲۶۰ھ
۳	تفسیر العیاشی	۲	محمد بن مسعود العیاش	۳۲۰ھ
۴	تفسیر القمی	۲	علی بن ابراهیم القمی	۳۲۹ھ
۵	تفسیر الفرات	۱	فرات بن ابراهیم الکوفی	۳۵۲ھ
۶	حقائق التاویل	۱	الشریف الرضی	۴۰۶ھ
۷	التبیان	۱۰	الشیخ الطوسی	۴۶۰ھ
۸	تفسیر مجمع البیان	۱۰	الشیخ الطبرسی	۵۶۹ھ
۹	تفسیر جوامع الجامع	۲	الشیخ الطبرسی	۵۶۰ھ
۱۰	فقه القران	۲	القطب الراوندی	۵۷۲ھ
۱۱	خصائص الوحی المبین	۱	الحافظ ابن البطریق	۶۰۰ھ
۱۲	إملاء ما من به الرحمن	۲	ابو البقاء العکبری	۶۱۶ھ
۱۳	تفسیر غریب القران	۱	فخر الدین الطریحی	۱۰۸۵ھ
۱۴	تفسیر الصافی☆	۵	الفیض الکاشانی	۱۰۹۱ھ
۱۵	تفسیر الاصفی	۲	الفیض الکاشانی	۱۰۹۱ھ
۱۶	تفسیر نور الثقلین	۵	الشیخ الحویزی	۱۱۱۲ھ

۱۷	تفسیر کنزالدقائق	۲	المیرزا محمد المشھدی	۱۱۲۵ھ
۱۸	تفسیر القران الکریم	۵	السید مصطفی الخمینی	۱۲۹۸ھ
۱۹	البیان فی تفسیر القران	۱	السید الخوئی	۱۴۱۱ھ
۲۰	تفسیر المیزان	۲۰	السید الطبا طبائی	۱۴۱۲ھ
۲۱	تفسیر نمونہ	۲۷	آیت اللّٰہ مکارم شیرازی	باحیات
۲۲	البرھان فی تفسیر القران	۱۰	سید ھاشم حسینی البحرانی	۱۱۰۷ھ
	☆ (حجۃ السلام مولانا تلمیذ حسنین صاحب مدظلہ اردو ترجمہ فرمارہے ہیں)			

شیعہ علماء نے تفسیریں لکھیں مگر ناپید۔ اگر غیر شیعہ سلاطین نے تفسیریں لکھوائیں تو اہل سنت کے مزاج کے موافق رہیں تو قبول کیا اور اُس کا وجود باقی رہا۔ یہ ذہن نشین رہے کہ شیعہ علماء کس طرح اپنی زندگیاں گذاریں ہوں گے جب کو اُنہیں تہمات، الزامات سے گذرنا ہوتا تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر گھر برباد ہوتے تھے سولی پر چڑھا دینا معمولی بات تھی۔ آج صدیوں گذرنے کے باوجود آج بھی شیعوں پر قرآن کے سلسلے میں الزامات لگائے جاتے ہیں۔ کفر کے فتویٰ جاری ہیں۔ ان تمام مشکلات کے باوجود اگر چند تفاسیر سامنے آئیں ہوں تو صرف معجزہ ہی ہو سکتا ہے۔

فہرست شیعہ علماء جنہوں نے اردو زبان میں علومِ قرآن پر کتابیں تحریر فرمائیں:۔

۱۔ سیّد عمادؒ زنگی پوری وفات تقریباً ۱۱۵۳ھ

آپ قیس زنگی پوری کے اجداد میں تھے آپ کا ترجمہ و حواشی پر مشتمل قرآن مجید مکتبۂ آیت اللہ مرعشی کے شعبہ مخطوطات میں موجود ہے۔ آپ کا سن وفات معلوم نہیں مگر سن تالیف تقریباً ۱۱۵۳ھ ہے۔

۲۔ یاد علیؒ نصیر آبادی وفات ۱۲۵۳ھ

آپ سید دلدار علیؒ غفران ماب کے شاگردوں میں تھے۔ بعض لوگوں کو اشتباہ ہوا کہ آپ نے اردو زبان میں تفسیر قرآن لکھی تھی یا فارسی میں۔ حقیقت یہ ہے کہ محققین اس بات پر متفق ہیں کہ آپ نے اردو زبان میں تفسیر تحریر فرمائی تھی۔ جناب مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی کا بھی یہی خیال ہے جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب مطلع الانوار میں آپ کی تالیف کو فارسی زبان کی تحریر نہیں لکھا ہے۔ جناب نجم الحسن کراروی مرحوم نے روح القران میں صراحتاً اسے اردو تفسیر لکھا ہے۔

۳۔ مرزا امداد علیؒ وفات ۱۲۷۴ھ

پروفیسر مسعود حسن ادیب مرحوم اپنے گراں قدر علمی مقالے ''شاہانِ اودھ''، میں خطی مصادر سے عہد امجد علی شاہ میں تفسیر منہج الصادقین کے اردو ترجمے کا ذکر کیا ہے یہ ترجمہ ۱۲۵۹ھ میں مرزا امداد علی مرحوم نے مکمل کیا اِس کے علاوہ ایک مترجم قرآن مجید امداد علیؒ کے نام سے مرتضیٰ حسین فاضل مرحوم کے کتب خانے میں موجود ہے۔

۴۔سید علیؒ بن غفران مآب وفات ۱۲۵۹ھ
آپ کی تفسیر کا نام توضیح مجید ہے ''تذکرہ بے بہا'' میں حوالہ موجود ہے۔
۵۔محمد باقر دہلویؒ وفات ۱۲۷۴ھ
آپ محمد حسین آزاد مرحوم کے والد تھے۔ آپ نے ترجمہ و تفسیرِ قران پر مشتمل کتاب تالیف کی۔
۶۔علی اکبرؒ بن سید محمد سلطان العلماء وفات ۱۲۸۶ھ آپ نے سورۂ یوسف کی اردو تفسیر فرمائی تھی۔
۷۔ملک العلماء سید بندہ حسینؒ وفات ۱۲۹۶ھ
آپ نے تفسیر شیریں کے نام سے اردو میں تالیف فرمائی۔
۸۔عمار علیؒ سونی پتی وفات ۱۳۰۴ھ
آپ نے اردو زبان میں چار جلدوں پر مشتمل تفسیر تحریر فرمائی جس کا نام عمدۃ البیان ہے۔
۹۔تاج العلماء سید علی محمدؒ وفات ۱۳۱۲ھ
آپ نے ترجمہ قران و تفسیر اردو میں تحریر فرمائی جو شائع بھی ہوئی۔
اس کے بعد مندرجہ ذیل علمائے کرام نے تفسیر قران اردو میں فرمائی۔
۱۰۔مولانا حافظ فرمان علی متوفی ۱۳۴۳ھ؛ محمد مرتضیٰ متوفی ۱۳۳۷ھ؛ مولانا سید محمد ہارون زنگی پوری متوفی ۱۳۳۹ھ؛ مولانا مقبول احمد متوفی ۱۳۴۰ھ؛ مولانا بہادر علی شاہ جد حافظ ذوالفقار علی شاہ متوفی ۱۳۳۵ھ؛ ممتاز العلماء سید محمد تقی متوفی ۱۳۴۱ھ؛ مولانا اعجاز حسین بدایونی متوفی ۱۳۵۰ھ؛ مولانا راحت حسین گوپال پوری متوفی ۱۳۷۴ھ؛ مولانا سید علی حیدر متوفی ۱۳۸۰ھ؛ مولانا حافظ کفایت حسین متوفی ۱۳۸۸ھ؛ مولانا مرزا احمد علی متوفی ۱۳۹۰ھ؛ مولانا امداد حسین کاظمی ۱۳۹۵ھ؛
مولانا علی نقی نقوی مرحوم ''نقن صاحب قبلہ'' تفسیر فصل الخطاب ۷ جلدوں میں ؛ مرزا یوسف حسین؛
مولانا حسین بخش جاڑا، مولانا ظفر حسین مرحوم امروہوی؛ علامہ ذیشان حیدر جوادی مرحوم، مولانا طالب جوہری؛ مولانا شیخ محسن علی نجفی۔

مصادر:-

تذکرہ بے بہا کاظم بک ڈپو دہلی؛ مطلع انوار خراسان بک سنٹر کراچی؛ روح القرآن امامیہ کتب خانہ لاہور